خطبۂ استقبالیہ

انڈین مسلم کنونشن

منعقدہ

۱۰، ۱۱؍ جون سنہ ۱۹۶۱ء

۲۵، ۲۶؍ ذی الحجہ سنہ ۱۳۸۰ھ

بمقام

سپرو ہاؤس۔ نئی دہلی

از

مجاہد ملت حضرت مولانا محمد حفظ الرحمٰن صاحب

(ممبر پارلیمنٹ و جنرل سکریٹری جمعیۃ علماء ہند)

صدر مجلس استقبالیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ تبارک وتعالیٰ ونستعینہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

صدر محترم۔ حضرات گرامی!

میرے لئے انتہائی فخر ومسرت کا مقام ہے کہ اپنی اور مجلس استقبالیہ کی جانب سے آپ تمام حضرات کو تہ دل سے خوش آمدید کہوں جو اپنے ملی شعور اور قومی احساسات کو پہلو میں لئے ہوئے انتہائی شدید موسم میں ملک کے دور دراز گوشوں سے سفر کی زحمتیں برداشت کرتے ہوئے دہلی تشریف لائے اور آج ملت اسلامیہ کے اس عظیم اور نمائندہ اجتماع کو کامیاب بنا رہے ہیں۔

اپنی نوعیت کے اس انوکھے اور مبارک اجتماع کی اس عظیم الشان کامیابی کو دیکھ کر میرا یقین ہے کہ اپنے دور رس، دیرپا اور صحت مند اثرات ونتائج کے لحاظ سے یہ عظیم اجتماع جس پر آج پورے ملک کی نگاہیں لگی ہوئی ہیں، ملک وملت کی تاریخ کا ایک دور آفریں واقعہ ثابت ہوگا۔ اور وہ تمام کوششیں جو اس کی خاطر انجام دی گئیں قابل قدر، اور ہر وہ قدم جو اس کی راہ میں اٹھایا گیا خیر وبرکت کا باعث بنے گا۔ (انشاء اللہ تعالیٰ)

حاضرین محترم! اس اجتماع میں شرکت کے لئے جو دعوت نامہ آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا اس پر داعی کی حیثیت سے متعدد معزز حضرات کے نام درج ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس اجتماع کے داعی صرف وہی حضرات نہیں ہیں بلکہ یہ دعوت ان کروڑوں انسانوں کے دلوں کی آواز ہے جو اس عظیم ملک کے شہری ہوتے ہوئے، اور ایک جمہوری دستور کے سایہ میں رہتے ہوئے بھی خود کو زندگی کی راہوں میں پامال اور قدم قدم پر اپنے جائز حقوق سے محروم پا رہے ہیں اور اس صورت حال کے تسلسل نے ان کے اس اضطراب کو انتہا تک پہنچا دیا ہے کہ کسی طرح ملک وملت کے سربراہ جمع ہوں اور ان کے درد کا کوئی علاج اور ان کے اضطراب ومشکلات کا کوئی حل تلاش کریں تاکہ کسی صورت، ان کی زندگی بھی سکون واطمینان سے آشنا ہو سکے۔

اب سے دو ماہ پہلے جمعیۃ علماء ہند کی مجلس عاملہ نے مسلمانان ہند کے ایک نمائندہ اجتماع

کی شدید ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے اپنی جو قرارداد پاس کی تھی حقیقتاً وہ بھی اسی عام اضطراب احساس کی ترجمانی تھی۔ جس کی تعبیر آج ہم اور آپ اپنی آنکھوں مشاہدہ کر رہے ہیں۔

حضرات محترم! یہ وسیع اور عظیم الشان ملک جو ہمارا وطن عزیز ہے، صدیوں سے مختلف فرقوں اور ملتوں کا گہوارہ اور مختلف زبانوں اور عقائد و رسوم کا سنگم رہا ہے، وطنیت کے لازوال رشتہ نے اس ملک کی وسیع آبادیوں کو زبان، تہذیب اور رسم و رواج کے تمام اختلافات کے باوجود ہمیشہ ایک اکائی بنائے رکھا ہے، یہی وحدت و اتحاد، باہمی تعلقات کی خوش گواری اور تعاون درحقیقت اس ملک کی سب سے بڑی قوت اور اس کے استحکام و ترقی کی بنیاد ہے، یہی "وحدت" وہ عظیم طاقت تھی جس کے بل پر ہم نے برطانوی اقتدار سے نجات پائی اور ملک کو آزادی کی نعمت نصیب ہوئی۔ افسوس کہ ملک کی تقسیم نے ہماری اس بے پناہ طاقت کو کمزور کیا اور ہمارے اندر خود پرستی، فرقہ پرستی، تنگ دلی و تنگ نظری کے وہ جراثیم پیدا کئے، جن سے ہماری "وحدت" کا شیرازہ بکھرا اور دنیا نے ہمارے انتشار کا تماشہ دیکھا، تقسیم وطن کے ساتھ ساتھ ملک کے مختلف حصوں میں جو حوادث پیش آئے آج ان کی یاد بھی شریف اور سنجیدہ انسانوں کی نگاہیں شرم و ندامت سے جھکا دیتی ہے۔ وہ سب کچھ تنگ دلی اور فرقہ وارانہ تنگ نظری کا ایک وقتی بخار یا ایک ہنگامی سیلاب تھا جو اپنی پوری تباہ کاریوں کے ساتھ ملک کے ایک سرے سے اٹھا اور دوسرے سرے تک گزرتا چلا گیا۔ آپ کو یاد ہوگا کہ اس وقت بھی جمعیۃ علماء ہند نے ملک کو مہلک اثرات سے پاک و صاف کرنے کے لئے مرحوم و مغفور امام الہند حضرت مولانا ابوالکلام آزاد کی رہنمائی میں پورے ملک کے اصحاب فکر و تدبر کی ایک عظیم کانفرنس آزاد مسلم کانفرنس کے نام سے لکھنؤ میں بلائی تھی جس نے ملک بھر میں ایک نئی فضا اور مفید نتائج پیدا کئے۔ کاش کہ وہ صورت حال اس وقت کے ساتھ ساتھ ختم ہو گئی ہوتی، مگر افسوس کہ اس کے بعد سے اب تک ۱۳ سال کا جو ریکارڈ ہمارے سامنے ہے وہ اس حقیقت کی برملا شہادت ہے کہ تنگ نظری، فرقہ واریت اور جارحانہ حد بندیوں کے مہلک جذبات اس پورے عرصہ میں کارفرما رہے ہیں، پچھلے کچھ عرصہ میں زبان کے نام پر گجرات و مہاراشٹر اور آسام و بنگال میں اور مذہب کے نام پر یوپی، بہار اور

مدھیہ پردیش وغیرہ کے مختلف شہروں اور دیہات بالخصوص جبل پور اور ساگر میں جو کچھ ہوا، اس کے بعد شبہ کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی کہ اس صورت حال میں نہ صرف یہ کہ اختلاف زبان و مذہب کے نام پر لاکھوں باشندگان ملک کے لئے زندگی اجیرن بن رہی ہے بلکہ اس طرح خود ملک کی صحت و سالمیت بھی پنپ نہیں سکتی

پھر جو طبقہ اس فرقہ واریت، تنگ نظری اور مسموم جذبات کا سب سے زیادہ تختۂ مشق بنا ہے وہ اس ملک کی سب سے بڑی مذہبی اقلیت یعنی "مسلمان" ہیں، جن کو جمہوری دستور کے مطابق مساویانہ حقوق کے دلانے میں خود اکثریت کے شریف اور سنجیدہ اصحاب فکر و نظر کی مسلسل کوششیں بھی ابھی تک بارآور نہیں ہو سکیں۔

مسلم اقلیت کے خلاف یہ جارحانہ فرقہ واریت اور معاندانہ جذبات صرف عوامی زندگی میں ہی اثر انداز نہیں، بلکہ زیادہ افسوس کی بات یہ ہے کہ حکومت کے دائروں میں بھی اس کی چھاپ بہت گہری ہے۔ اور اسی کا نتیجہ ہے کہ جابجا مسلم اقلیت آئے دن ایک شر پسند گروہ کے ہاتھوں جان و مال اور عزت و آبرو کی یک طرفہ بربادیوں کا شکار ہوتی رہتی ہے، پھر تماشہ یہ ہے کہ فرقہ وارانہ جارحیت اور غنڈہ گردی کی ان وارداتوں کو "ہندو مسلم" فساد کہہ کر حقیقت حال پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی جاتی ہے، حالاں کہ واقعتاً (جیسا کہ میں نے ہند پارلیمنٹ میں بھی اور اس کے باہر بھی بار بار کہا ہے) ان واقعات کو ہندو مسلم فساد کہنا ہندوؤں اور مسلمانوں — دونوں — کے ساتھ ناانصافی کھلی ہوئی توہین اور حقیقت کی غلط تعبیر ہے۔ ملک کے عوام — ہندو اور مسلمان — عام طور پر فرقہ پرست عنصر کی ان حرکتوں کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور ان میں باہم یک جہتی کے رجحانات اُبھر رہے ہیں۔ درحقیقت غنڈہ گردی کی یہ تمام وارداتیں اسی مسموم ذہنیت کی اُبھاری ہوئی اسکیمیں ہوتی ہیں جو مختلف بہانوں اور تدبیروں کے ساتھ بروئے کار لائی جاتی ہیں اور اکثر و بیشتر مقامی ایڈمنسٹریشن کا تعاون اور پشت پناہی ان کو حاصل ہوتی ہے۔

ایک طرف ہماری شہری زندگی میں ان حوادث کا تسلسل اور دوسری طرف سرکاری

ملازمتوں، تعلیمی اداروں، نصاب کی کتابوں، صنعت و حرفت کے مرکزوں، تجارت کے وسائل اور کاروباری میدانوں تک میں مسلم اقلیت کے ساتھ امتیازی سلوک، حق تلفی، ناانصافی، ملک کے مختلف حصوں میں مسلم اوقاف اور مساجد کی بربادی اور ویرانی نیز مجالس قانون ساز میں ناکافی نمائندگی کی شکایتوں نے جو افسوسناک شکل اختیار کرلی ہے اور پچھلے ۱۴ سال کی سرگذشت نے اس کا جو ریکارڈ بنایا ہے اس سے آپ سب بخوبی واقف ہیں۔ آج اس کی تفصیلات کو دُہرانا سراسر غیر ضروری ہے۔

یہ تشویشناک صورت حال نہ صرف یہ کہ مسلم اقلیت کے لئے انتہائی اضطراب کا باعث بن رہی ہے، بلکہ ساتھ ہی ملکی صحت و سالمیت کے لئے بھی کینسر سے زیادہ خطرناک اور تعمیر و ترقی کی راہ میں بڑی رکاوٹ ثابت ہو رہی ہے یہی وجہ ہے کہ آج خود اکثریتی طبقہ کے وہ تمام نیک نہاد افراد جو اس ذہنی گراوٹ اور تنگ دلی سے بالاتر ہو کر معاملات کو دیکھتے، سوچتے اور سمجھتے ہیں۔ اس صورت حال سے اسی قدر نالاں اور پریشان ہیں جس قدر خود مسلم اقلیت بے چین و مضطرب ہے، انھیں بھی یقین ہے کہ اختلاف مذہب و مسلک کے نام پر ملک کی اتنی بڑی آبادی کو پامال اور برباد کرنے کی کوشش پورے ملک کے لئے خودکشی کے مرادف ہے، چنانچہ آج بیرونی خطرات سے پہلے جو اندرونی خطرہ وطن عزیز کے امن و استحکام کو چیلنج کر رہا ہے وہ یہی مسموم ذہنیت اور فرقہ پرستی کے مہلک جذبات ہیں اور یہی وجہ ہے کہ جس طرح آج ہم وطن عزیز کے مستقبل میں سچی جمہوریت اور قومی یکجہتی کو کارفرما دیکھنے کے لئے مضطرب ہیں اور اسی جذبہ کے ساتھ آج یہاں سر جوڑ کر بیٹھے ہیں۔ اسی طرح بلا لحاظ مذہب و ملت، وہ تمام اصحاب فکر و تدبیر جن میں خود ملک کے وزیر اعظم (پرائم منسٹر) کی شخصیت بھی شامل ہے اس سنگین صورت حال سے بہت متاثر اور فکرمند ہیں اور پوری اہمیت کے ساتھ اس سوال پر غور کر رہے ہیں کہ کیونکر جذبات کے اس غلط بہاؤ کو روکا جائے اور ملکی سالمیت اور قومی یکجہتی (نیشنل انٹیگریشن) کو برقرار رکھنے کے لئے ایڈمنسٹریشن اور عوام کے دائروں میں کیا تدابیر اختیار کی جائیں۔

یقیناً ملک کے سچے رہنماؤں کی یہ توجہ ہماری تحسین و تصویب کی مستحق ہے اور ہماری آرزو ہے کہ ان کی کوششیں عملی زندگی میں بہتر نتائج پیدا کرسکیں۔

سامعین کرام! آج ہی نہیں بلکہ آج سے بارہ سال پہلے بھی انہی خطرات و نتائج پر نگاہ رکھتے ہوئے ملک کے تمام دور اندیش رہنماؤں نے دستور ساز اسمبلی میں بیٹھ کر یہ فیصلہ کیا تھا کہ اس عظیم ملک کی فلاح و ترقی کے تمام نقشے درحقیقت سیکولرازم اور جمہوریت کی بنیادوں پر ہی کامیاب ہو سکتے ہیں۔ اسی لئے انھوں نے ملک کے لئے وہ بہترین دستور (کانسٹی ٹیوشن) مرتب کیا جس کا بنیادی تصور ملک کی وحدت (اکائی) ہے اور جو اس ملک میں ایک ایسا ترقی پذیر معاشرہ (سوسائٹی) پیدا کرنا چاہتا ہے جس میں جمہوریت کی فراخ دلی کارفرما ہو اور مذہب و خیال کے اختلافات کے باوجود ملک کے تمام باشندے شہری زندگی میں مساویانہ حقوق سے بہرہ مند ہوں کہ ان کے باہمی تعلقات میں خوش گواری قائم رہ سکے اور وہ سب پوری خوش دلی کے ساتھ وطن عزیز کی تعمیر و ترقی کے لئے کام کر سکیں۔ یقیناً یہی نقطۂ نظر صحیح نقطۂ نظر ہے اور آج جو تکلیف اور شکایت ہے وہ صرف یہ کہ عملی زندگی میں اس نقطۂ نظر سے مسلسل انحراف ہو رہا ہے۔

ہمارا موقف و مقام

آج ہم اس لئے جمع ہوئے ہیں کہ گزرے ہوئے تیرہ برسوں کی سرگذشت کو سامنے رکھتے ہوئے سوچیں اور غور کریں کہ وطن عزیز کی وسعتوں میں سیکولرازم اور جمہوریت کی حقیقی فضا پیدا کرنے اور دستور ہند کے تقاضوں کو بروئے کار لانے کے لئے آخر کیا تدابیر اختیار کی جائیں اور مسلم اقلیت کے ساتھ ہونے والے غیر دستوری، امتیازی سلوک، ناانصافیوں اور حق تلفیوں کا مداوا کیوں کر ہو اور کون سے وسائل کام میں لائے جائیں کہ ہمیں اس طبقاتی کش مکش، بدامنی، بے اطمینانی اور پامالی کی زندگی سے نکل کر دوسرے باشندگان وطن کے ساتھ ساتھ آبرومندانہ اور مساویانہ زندگی میسر آسکے اور موقع مل سکے کہ ذہنی یکسوئی اور دلی اطمینان کے ساتھ ہم بھی وطن کی خوش حالی، ترقی اور سربلندی کے لئے اپنی بھرپور صلاحیتوں کے ساتھ کام کر سکیں۔

بفضلہ تعالیٰ ہمیں اعتماد ہے اپنی نیت اور اپنے عزائم پر جو وطن کی خیر خواہی اور خیر سگالی کی راہ میں کسی سے پیچھے نہیں ہیں۔ ساتھ ہی ہمیں اعتماد ہے کہ اپنی اس کوشش و جستجو میں ہم تنہا نہیں ہیں بلکہ ایک خاص عنصر کو چھوڑ کر جو فرقہ پرستی، تنگ نظری اور تنگ دلی کی تاریکیوں میں بہت دور جا چکا

اور اپنی تمام ذہنی صلاحیتیں کھو چکا ہے۔ اس عنصر کے علاوہ اس ملک کے سب ہی سنجیدہ اور شریف انسان (خواہ وہ کوئی بھی مذہب و مسلک رکھتے ہوں) ہمارے ساتھ ہیں۔ ہماری پریشانیوں اور اضطراب کا انھیں بھی احساس ہے، سیکولرازم اور جمہوریت کی پامالی سے وہ بھی نالاں ہیں۔

ان ہی احساسات و عزائم کے ساتھ آج ہم یہاں جمع ہوئے ہیں کہ پوری سنجیدگی، احتیاط اور سچے قومی و تعمیری جذبہ کے ساتھ ان مسائل و معاملات پر غور کریں جو ایجنڈے کی شکل میں پیش کیے گئے ہیں اور اگرچہ یہ حقیقت ہے کہ آج سے چھ ماہ پہلے جمعیۃ علماء ہند اپنے اجلاس منعقدہ اجین میں ان مسائل و معاملات پر جرأت حق کے ساتھ اپنی آواز بلند کر چکی ہے، تاہم اس آواز کو زیادہ مضبوط اور مؤثر بنانے کے لیے یہ ضروری تھا کہ مسلمانان ہند کے ان تمام مکاتب فکر و خیال کا جو اس ملک کی زندگی میں حقیقی سیکولرازم اور جمہوری نقطۂ نظر کو صحیح نقطۂ نظر سمجھتے ہیں ایک وسیع اور نمائندہ اجتماع اسی غرض سے منعقد کیا جائے، چنانچہ اسی داعیہ کے تحت آج آپ حضرات کو زحمت دی گئی ہے

ہمیں اس وقت اس کا بھی پورا احساس ہے کہ نامساعد حالات میں یہ ایک نہایت اہم اور نزاکتوں سے بھرپور کام ہے، جس کا بیڑا ہم نے اٹھایا ہے، خدا کرے کہ ہم اس کو خوبی و خوش اسلوبی کے ساتھ انجام دے سکیں اور ہمارا یہ جرأت مندانہ اقدام ملک و ملت کی راہ میں مفید اور کامیاب اقدام ثابت ہو۔

مسلمانوں سے گزارش

حضرات محترم! مسلمانان ہند کے اس عظیم نمائندہ اجتماع کے موقع پر جو خصوصیت سے مسلم اقلیت کے ایک عام اور مسلسل اضطراب کی ترجمانی کے لیے یہاں منعقد ہو رہا ہے بے جا نہ ہوگا کہ خود مسلمانان ہند کی خدمت میں بھی گزارش کروں کہ وہ اپنی اس پُر آشوب زندگی میں ظاہری تدابیر و وسائل کو اختیار کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے اندر اعتماد علی اللہ اور صبر و استقلال کی زیادہ سے زیادہ صلاحیتیں پیدا کریں، اسوۂ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو اپنا نصب العین بنائیں اور اسلام کی بنیادی تعلیمات سے سبق لیتے ہوئے اپنے اندر وہ اسپرٹ پیدا کریں کہ تکالیف و مصائب کے طوفانوں سے گزر کر بھی وہ احساس کمتری، یاس اور مایوسی کا شکار نہ ہوں اور ان کے اس یقین میں کوئی تزلزل نہ آئے کہ اپنی وطنی زندگی میں ہمیں جو بھی حوادث و مشکلات درپیش ہیں وہ بہر حال وقتی اور دنیوی مصائب ہیں اور ہمارا حقیقی اعتماد کارساز حقیقی کی رحمت اور اس کی رضاجوئی پر ہی ہے۔ قرآن حکیم نے ہمیں بتایا ہے اِنَّهُ لَا يَايْـَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ

(خدا تعالیٰ کی رحمت سے وہی مایوس ہوتے ہیں جنھیں خدا پر ایمان اور بھروسہ نہیں ہے)

إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ہر تنگی و پریشانی کے ساتھ آسائش و راحت بھی ضرور ہوتی ہے۔

اس عظیم الشان ملک میں جو ہماری طرح اور بھی متعدد مذاہب اور فرقوں کا پیارا وطن ہے "نبی رحمت" کے نام لیواؤں اور اس رسول برحق کے امتیوں کا (جس کی شان میں فرمایا گیا إِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيمٍ (آپ محاسن اخلاق کا ایک بے مثال نمونہ ہیں) فرض ہے کہ اپنی زندگی میں اخلاق و کردار کی وہ بلندیاں پیدا کریں کہ دنیا ان کے وجود کو اس درحمت کا سایہ محسوس کرے، ان کی وطن دوستی، خیر اندیشی اور اخلاق کریمانہ کو نمونہ عمل قرار دے اور اس سے سبق حاصل کرے۔

آج پہلے سے بھی زیادہ ضرورت ہے کہ ہمارے اندر اپنے موقف کا صحیح احساس اور شعور پیدا ہو۔ اس پیارے دیش کی ہزار سالہ تاریخ میں ہم برابر کے شریک و سہیم اور اس دعوت حق کے علمبردار رہے ہیں جو پورے عالم انسانیت کے لئے امن و رحمت کا پیغام اور ہمدردی و غمگساری کا سرچشمہ ہے۔ ایک لمحہ کے لئے بھی اس ملک میں ہماری زندگی کسی اجنبی اور تماشائی کی زندگی نہیں ہو سکتی۔ اس کے بناؤ اور بگاڑ کے ساتھ ہمارا چولی اور دامن کا ساتھ ہے۔ اس لئے ملی، قومی، وطنی زندگی میں اپنے حقوق کے ساتھ ساتھ اپنے وطنی فرائض سے بھی کوئی غفلت ہمارے لئے جائز نہیں ہو سکتی۔ میرا تو یقین یہ ہے کہ اگر ہمارے اندر وطن کی سچی محبت اور اپنے فرض و منصب کا صحیح احساس پیدا ہے تو کوئی بڑی سے بڑی طاقت بھی ہمیں اپنے حقوق سے دیر تک محروم نہیں رکھ سکتی۔ إِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوْا وَّالَّذِينَ هُمْ مُّحْسِنُونَ (اللہ کی مدد ہمیشہ ان کے ساتھ ہوتی ہے جو کردار و عمل کے کھرے اور نیکو کار ہوں)

معاندین کی روش

حاضرین محترم! اپنی گزارشات کے اس سلسلہ کو ختم کرتے ہوئے ان دوستوں کی روش پر بھی دو جملے عرض کر دوں جنھوں نے خود غلط سمجھ کر یا جان بوجھ کر اس اہم اقدام اور اس عظیم اجتماع کی راہ میں رکاوٹیں پیدا کرنے کیلئے اس کے متعلق عوام و خواص میں طرح طرح کی بے بنیاد غلط فہمیاں پھیلائیں اور ایسے نازک وقت میں منافرت اور مسلمانوں کی اجتماعی زندگی کو نقصان پہنچانے کی ناکام کوشش کی۔ غیروں سے زیادہ خود "اپنوں" کی اس روش نے اگرچہ دل دکھائے اور تکلیف پہنچائی پھر بھی لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ (آج ان پر کوئی ملامت بھی نہیں ہے) آج ہمیں کوئی شکوہ نہیں کہ ملت اسلامیہ کی تاریخ میں مختلف مکاتب فکر و خیال کا یہ عظیم اجتماع اور وحدت فکر و عمل کا یہ بے مثال منظاہرہ چشم بینا کے لئے خود اپنی صداقت کی ایک روشن دلیل ہے اور اس کی عظیم الشان کامیابی نے اذیت و تکلیف کے ہر احساس کو بھلا دیا ہے

کاش یہ دوست اب بھی حقیقت شناسی سے کام لیں اور ایک اہم ملی خدمت کی راہ میں حائل ہونے کی بجائے اتحاد و تعاون کا ثبوت کردار پیش کریں کہ دلوں کے دروازے آج بھی ان کے لئے کھلے ہوئے ہیں۔

محترم بزرگو! آخر میں ایک بار پھر آپ کو یہ توجہ دلانا اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ جس عظیم مقصد کی خاطر آپ اور ہم یہاں جمع ہوئے ہیں وہ جس قدر اہم ہے، اسی قدر نازک اور پوری احتیاط کا متقاضی بھی ہے۔ جو معاملات درپیش ہیں ان کی نزاکت ہمارے انداز فکر و بیان، ہمارے جوش و جذبات اور ساتھ ہی ہماری جرأت فیصلہ کیلئے ایک آزمائش بھی ہے اس لئے بہت ہی ضروری ہے کہ ہم دماغوں کے انتہائی سکون و سنجیدگی اور پوری توجہ کے ساتھ ان مسائل پر غور کریں جو دعوت نامہ کی شکل میں آپکے پیش نظر ہیں اور پورا خیال رکھیں کہ اس اجتماع میں ہونے والے کسی بھی اظہار خیال اور کسی بھی بحث و تقریر پر تلخیٔ بیان یا تُندی جذبات کی کوئی پرچھائیں نہ پڑ سکے۔ تب ہی ہمارے فیصلوں کی صحیح قدر و قیمت نکھر کر دنیا کے سامنے آسکے گی۔

سپاس و شکر گزاری

محترم بزرگو اور دوستو۔ مجھے معاف کیجئے کہ میں نے کافی وقت لے لیا۔ میں اس گزارش کو ختم کرتے ہوئے ایکبار پھر ان تمام معزز مہمانوں کا جنھوں نے ایک اہم ملّی دعوت پر پوری حوصلہ مندی کے ساتھ لبیک کہا اور اس شدید موسم میں سفر کی زحمت برداشت کر کے اس اہم اجتماع میں شرکت فرمائی تہ دل سے شکر گزار ہوں اور ان کو یقین دلاتا ہوں کہ یہ ملّی دردمندی اور یہ تمام زحمتِ سفر بے سود و رائگاں نہیں، بلکہ بہت مفید اور قابل قدر ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ۔ میں اپنے ان تمام رفقاء کار، معاونین، ہمدردوں، دوستوں اور عزیزوں کا بھی انتہائی درجہ شکر گزار ہوں، جن کی شبانہ روز محنت اور جن کے ہرگونہ تعاون سے اس عظیم الشان اجتماع کی تیاریاں اپنی تکمیل کو پہنچیں اور اس کے انتظامات انجام پاسکے۔

وَفَّقَنَا اللّٰہُ جَمِیْعاً لِمَا یُحِبُّ وَیَرْضٰی

خادم ملک و ملّت

محمد حفظ الرحمٰن کان اللہ لہٗ۔ دہلی

—— شائع کردہ ——

سکریٹری نشر و اشاعت مجلس استقبالیہ

قیمت فی کاپی ۲۵ نئے پیسے —— مطبوعہ الجمعیۃ پریس دہلی

ملنے کا پتہ:- الجمعیۃ بکڈپو - دہلی